24

مومن کی قربانیاں محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ہونی چاہییں اور ساری مخلوقات کی ہمدردی اس کے پیشِ نظر ہونی چاہیے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
کی نہایت لطیف اور پُر معارف تفسیر

(فرمودہ 5/اگست 1949ء بمقام یارک ہاؤس کوئٹہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"پچھلے خطبے میں مَیں نے قرآن کریم کی ایک آیت قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [1] کے متعلق بتایا تھا کہ قربانیاں تو ہمیشہ انبیاء کی جماعتوں کو کرنی پڑتی ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت سے جن قربانیوں کا مطالبہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ دوسرے انبیاء اور ان کی امتوں کی قربانیوں سے زیادہ سخت ہیں۔ اوّل تو عرصہ قربانی قیامت تک کے لیے ہے یعنی قیامت تک نہ ختم ہونے والا زمانہ آپؐ کا زمانہ ہے اور اس سارے عرصہ میں آپؐ کو اور آپؐ کی امّت کو قربانیاں کرنا ہوں گی۔ دوسرے ان قربانیوں کی نوعیت بھی بدل دی گئی ہے۔

آج اس سلسلہ میں مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس آیت میں چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان چاروں کے متعلق یہ قید لگا دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور پھر اس اللہ کے لیے ہیں جو رب العٰلمین ہے۔ گویا اپنی ذات میں ان چاروں چیزوں میں سے ہر چیز کے ساتھ دو قیود لگ گئیں۔ پہلی قید تو قربانیوں کے ساتھ یہ لگائی گئی ہے کہ وہ کسی دکھاوے یا جلبِ منفعت² کے لیے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ہیں۔ اور دوسری قید یہ لگائی گئی ہے کہ میری قربانیاں اُس اللہ تعالیٰ کی خاطر ہیں جس کی صفتِ ربوبیت کو سامنے رکھ کر میں یہ قربانیاں کر رہا ہوں۔ اگر یہاں صرف "لِلّٰہِ" کہا جاتا تب بھی درست تھا لیکن ربّ العٰلمین ساتھ لگا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح وہ ذات جس کے لیے میں عبادت کر رہا ہوں رب العٰلمین ہے اِسی طرح اُس کے واسطہ سے میری یہ قربانیاں بھی ساری مخلوق پر پھیلی ہوئی ہیں۔ صفت کو اسم کے ساتھ تبھی لگاتے ہیں جب خصوصیت سے اُس طرف توجہ دلانا مقصود ہو۔ مثلاً اگر ہم کہیں کہ زید جو بڑا عالم ہے وہ ایسا کہتا ہے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ زید معتبر تو ہے لیکن میری اس بات کا اُس کے علم کے ساتھ تعلق ہے اور وہ علاوہ بااعتبار ہونے کے عالم بھی ہے۔ گویا زید کے عالم ہونے کی صفت کو بیان کر کے خصوصیت سے اس کے علم کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ زید بااعتبار اور ثقہ ہو لیکن اس کی علمی واقفیت زیادہ نہ ہو۔ مگر جب یہ دونوں صفات کسی شخص میں اکٹھی ہو جائیں تو پھر سونے پر سہاگا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے ساتھ رب العٰلمین کی صفت لگا دینے سے ایک تیسرے معنے نکل آئے۔ یہ فقرہ کہ میری قربانیاں اللہ تعالیٰ کی خاطر ہیں خود اپنی ذات میں معنے رکھتا ہے۔ لیکن رب العٰلمین کی صفت بیان کر کے یہ بتایا کہ اس وقت خدا تعالیٰ کی صفت ربوبیت میرے مدنظر ہے اور جس طرح وہ سب جہانوں کا رب ہے اِسی طرح میری قربانیاں بھی سارے جہانوں پر اور سب مخلوقات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ گویا اس آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ میری قربانیاں خدا تعالیٰ کے لیے ہی ہیں اور اس کا سچا اور خالص پرستار ہونے کی وجہ سے جس طرح وہ سب جہانوں کا رب ہے اُسی طرح میں بھی سب مخلوقات اور سب جہانوں کا ہو گیا ہوں اور میری قربانیاں ساری دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

آج میں ان چاروں چیزوں میں سے صرف صلٰوۃ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس

آیت قرآنیہ میں صلوٰۃ کو ربّ العٰلمین کے ساتھ متعلق کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ بعض عبارتیں ایسی ہوتی ہیں جو ماسِوَی اللہ کے لیے ہوتی ہیں جیسے بعض لوگ سورج کی یا ستاروں کی یا پہاڑوں کی یا دریاؤں کی عبادت کرتے ہیں یا بعض دیوی دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر ان تمام عبادتوں کی نفی کر دی گئی ہے جو ماسِوَی اللہ کے لیے کی جاتی ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ میری عبادت معبودانِ باطلہ کے لیے نہیں۔ میری عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اُسی سے تعلق رکھتی ہے۔ پھر بعض عبادتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں ظاہری طور پر عبادت کرنے والا خدا تعالیٰ کو ہی سجدہ کر رہا ہوتا ہے اور وہ کہتا بھی یہی ہے کہ میں اُس کو سجدہ کر رہا ہوں لیکن مقصد اُس کا یہ ہوتا ہے کہ میں بڑا سمجھا جاؤں۔ اُس کی نماز صرف دکھاوے کے لیے ہوتی ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ...... لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بھی نفی کر دی اور فرمایا کہ میری عبادت اس لیے نہیں کہ میں بڑا سمجھا جاؤں یا قوم میں میرا رُعب بیٹھ جائے یا میں بزرگ یا عالم کہلانے لگ جاؤں بلکہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو میں ماسِوَی اللہ کو بھول جاتا ہوں۔ میری نماز صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے۔ اور جو آدمی ماسِوَی اللہ یا دکھاوے کے لیے نماز نہیں پڑھتا لازمی بات ہے کہ اس کی نماز رسمی نہیں ہوگی۔ جو شخص روزانہ پانچ وقت نماز ادا کرنے میں غفلت سے کام لیتا ہے یا بالکل نہیں پڑھتا صرف عیدین کی نمازیں پڑھنے کے لیے یا جمعۃ الوداع کے لیے چلا جاتا ہے اُس کی نماز اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی تو وہ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی روزانہ ادا کرتا کیونکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہیں۔ پس جو شخص صرف عیدین میں یا جمعۃ الوداع میں چلا جاتا ہے اُس کا اس سے زیادہ اَور کوئی مقصد نہیں ہوتا کہ عیدین یا جمعۃ الوداع میں لوگ کثرت سے آتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ میں بھی نماز پڑھتا ہوں اور وہ اُس دن کی نماز پر یہ قیاس کر لیں کہ وہ اَور دنوں میں بھی باقاعدہ نمازیں ادا کرتا ہے۔ اگر وہ نماز اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیدین یا جمعہ کی نمازیں مقرر کی ہیں اُسی طرح اُس نے روزانہ پانچ نمازیں بھی مقرر کی ہوئی ہیں وہ روزانہ یہ نمازیں بھی ادا کرتا۔ وہ صرف اس لیے سال میں عیدین یا جمعہ کی نمازیں ادا کرتا ہے تاکہ قوم کو اس کے نمازی ہونے کا پتا لگ جائے۔ اس لیے اس کی نماز لوگوں کی خاطر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی خاطر

نہیں ہوتی قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں بتایا ہے کہ بعض لوگ قوم کی خاطر نماز پڑھتے ہیں تا کہ وہ بڑے سمجھے جائیں لیکن میری نماز لوگوں کے دکھاوے کے لیے نہیں۔ اور نہ صرف دکھاوے کے لیے نہیں بلکہ میرا دل تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ دوسرے لوگ بھی ایسا کریں یا عبادت میں غفلت سے کام لیں۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی جگہ کسی اَور کو امام مقرر کر دوں اور خود کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر ان کے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے رکھوں اور ان لوگوں کے گھروں کو مکینوں سمیت جلا دوں جو عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کرنے کے لیے مسجد میں نہیں آتے۔3 گویا یہ سوال تو الگ رہا کہ آپؐ کی نماز خدا تعالیٰ کے لیے تھی یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ دوسرے لوگ نمازیں پڑھنا ترک کر دیں۔ پس اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبادت کے ساتھ ایک طرف تو یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لیے نہیں۔ اور دوسری طرف یہ کہا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا تو بڑی بات ہے مَیں خدا تعالیٰ کو بھی اس لیے سجدہ نہیں کرتا کہ لوگ دیکھیں کہ میں عبادت کر رہا ہوں۔ کسی کے عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں چلے جانے کے صرف یہی معنے نہیں ہوتے کہ دوسرے لوگ سمجھ لیں کہ وہ خدا تعالیٰ سے بالکل باغی نہیں بلکہ یہ بھی ہوتے ہیں کہ وہ قوم کو احمق بنانے اور اس کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لیے تیار ہے۔

پھر ایک شخص ایسا ہوتا ہے جس کی عبادت ماسوَی اللہ کے لیے نہیں ہوتی اور نہ دکھاوے کی خاطر ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی خاطر ہی عبادت کرتا ہے لیکن وہ اس کے پاس اپنی ذاتی اغراض کے لیے جاتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں نماز پڑھنا چھوڑ دوں تو خدا تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے گا ممکن ہے میری صحت خراب ہو جائے یا میں بیمار ہو جاؤں یا خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی اَور عذاب آجائے۔ پس وہ خوف کی وجہ سے نماز پڑھتا ہے خدا تعالیٰ کے لیے نہیں پڑھتا ہے۔ اس کی نماز اللہ کے لیے کہلاتی تو ہے مگر وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں کہلائے گی۔ ایسا آدمی صرف ادنیٰ درجہ کا مومن ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر نماز پڑھتا ہے۔ اُس کے سامنے یہ سوال رہتا ہے کہ اگر میں نماز نہ پڑھوں تو میری دنیا اور عاقبت خراب ہو جائے گی۔ حالانکہ خوف کا تعلق بالواسطہ ہوتا ہے

بلا واسطہ نہیں ہوتا۔ بلا واسطہ تعلق محبت کا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے پاس اس لیے جاتا ہے کہ وہ کہیں ناراض نہ ہو جائے تو اُس کی نظر صرف غضب کی طرف ہوتی ہے لیکن جب وہ خدا کی خاطر جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ ناراض ہوگا یا نہیں تو اُس کا درجہ بلند ہوگا۔

پھر اس کے آگے ایک اَور مقام ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نماز پڑھنے والے کا تعلق خدا تعالیٰ سے خوف کا نہ ہو بلکہ اُس کے انعامات حاصل کرنے کی غرض سے ہو۔ لیکن یہ عبادت بھی ناقص ہے۔ اس کے معنے یہ ہوں گے کہ اگر اخروی زندگی نہ ہوتی اور خدا تعالیٰ انسان کو پیدا کر کے کہہ دیتا کہ تم میری عبادت کرو تو انسان کہتا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ مگر اب چونکہ خدا تعالیٰ کہتا ہے اخروی زندگی ہے اس لیے وہ اس کی عبادت کرتا ہے تا اس کے انعامات کو حاصل کرے۔ یہ درجہ خوف کے درجہ سے بالا ہے اور اس میں انسان خدا تعالیٰ کے حُسن کے زیادہ قریب پہنچ جاتا ہے مگر پھر بھی اس کی عبادت محض خدا تعالیٰ کی صفات سے کچھ حصہ لینے کے لیے ہوتی ہے۔ گویا اس کا خدا تعالیٰ سے تعلق تو ہوتا ہے لیکن صرف اس کے افعال کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اور جس شخص کا صرف افعال کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہ پورا عاشق نہیں کہلاتا۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ...... لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی اس لیے عبادت نہیں کرتا کہ وہ محافظ ہے میری حفاظت کرے، وہ رازق ہے مجھے رزق دے، وہ واسع ہے مجھے وسعت عطا کرے یا غالب ہے مجھے غلبہ بخشے۔ میں تو صرف اللہ کے حصول کی خاطر نماز پڑھتا ہوں۔ وہ مجھے کچھ دے یا نہ دے مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ انتہائی مقام ہے۔ وہ شخص جو صرف خوف یا انعام کی وجہ سے نماز پڑھتا ہے جب اسے پتا لگے کہ اخروی زندگی محض ایک استعارہ ہے تو وہ نماز چھوڑ دے گا۔ لیکن جو شخص محض لِلّٰہ نماز پڑھتا ہے جس کی عبادت محمدی عبادت کے ہمرنگ ہوگی وہ کہے گا میں نے تو جہنم کے ڈر سے یا جنت کے لالچ سے نماز پڑھی ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ مجھے جنت میں ڈالے یا جہنم میں مَیں اُس کی عبادت کرتا چلا جاؤں گا۔ میرے سامنے یہ سوال ہی نہیں کہ وہ مجھے کہاں لے جاتا ہے۔ مجھے تو وہ حسین نظر آتا ہے اور جب میں اُس کے سامنے جاتا ہوں تو اُس کا حُسن باقی سب چیزوں کو نظر انداز کرا دیتا ہے۔ دیکھو! پھول اچھی چیز ہے۔ ایک شخص اس کے پاس جاتا ہے اور وہ اُسے حسین نظر آتا ہے۔ اُس کے اردگرد کانٹے بھی ہوتے ہیں لیکن اُس کے حُسن کو دیکھ کر وہ اُس پر ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ اُس کا ہاتھ زخمی ہو جاتا ہے مگر وہ پھول کی

خاطر کانٹوں کو بھول جاتا ہے۔اسی طرح لِلّٰہ نماز پڑھنے والا باقی سب چیزوں کو بھول جاتا ہے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تو لوگ آپؐ کو مارتے۔آخر ان کا قصور کیا تھا؟ صرف یہ کہ آپ کی نماز بتوں کی خاطر نہیں تھی، رسم ورواج کی خاطر نہیں تھی، قوم کی خاطر نہیں تھی، کسی موہوم نفع کی خاطر نہیں تھی۔اگر آپ کے سامنے کوئی موہوم نفع تھا تو آپؐ کو آپؐ کی قوم نے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ آپ تبلیغ کرنا چھوڑ دیں۔اگر آپ کو شادی کی ضرورت ہو تو قوم کی لڑکیاں حاضر ہیں۔ان میں سے جو سب سے زیادہ خوبصورت ہو اُس سے آپؐ شادی کر لیں۔اگر آپؐ کو مال کی ضرورت ہو تو ہمارے مال حاضر ہیں۔۔اگر حکومت کی خواہش ہو تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔4 لیکن آپ نے فرمایا اگر تم سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں بھی لا کر کھڑا کر دو تب بھی مَیں تبلیغ کے کام سے باز نہیں آ سکتا۔5
احادیث میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ خانہ کعبہ کے باہر ایک پتھر پر بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے ران پر کہنی اور ہاتھ پر ٹھوڑی رکھی ہوئی تھی اور اشاعتِ اسلام یا مشرکین مکہ کی مخالفت کے متعلق سوچ رہے تھے کہ اچانک ابوجہل جو کفار کا سردار تھا آیا۔اُس کے دل میں ایک ہیجان پیدا ہوا اور اس نے بے تحاشا آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔وہ گالیاں دیتا رہا لیکن آپ خاموش بیٹھے رہے۔اس پر اسے اَور غصہ آیا کہ میں اسے گالیاں بھی دے رہا ہوں لیکن یہ جواب نہیں دیتا۔اسی غصہ میں اس نے آپ کو مارنا شروع کر دیا۔مگر آپؐ نے اسے کچھ نہیں کہا۔آپ خاموشی سے اٹھے اور اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔جس جگہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اُس کے قریب ہی حضرت حمزہؓ کا گھر تھا۔حضرت حمزہؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔آپ کی لونڈی اس نظارہ کو دیکھ رہی تھی۔پرانی لونڈیاں درحقیقت گھر کا ایک حصہ ہی سمجھی جاتی ہیں۔وہ گھر کے بڑے افراد کو اپنے بزرگ، ہم عمر افراد کو بھائی اور چھوٹوں کو بیٹوں کی طرح سمجھتی ہیں۔اس نظارہ کو دیکھ کر اس لونڈی پر گہرا اثر ہوا اور اُسے حیرت ہوئی کہ ابوجہل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں مار رہا ہے۔اس کا مارنا اور گالیاں دینا اس کے لیے عجیب بات تھی۔اس کے اندر ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا لیکن وہ کر ہی کیا سکتی تھی۔وہ دل ہی دل میں کڑھتی رہی۔حضرت حمزہؓ باہر شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔انہیں شکار کا بہت شوق تھا اور وہ روزانہ صبح شکار کے لیے جاتے اور شام کو واپس آ جاتے۔شام کو وہ تیر کمان لٹکائے شکار ہاتھ میں لیے اور شکاری لباس

میں ملبوس اکڑتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ وہ لونڈی بھری بیٹھی تھی۔ اس نے حضرت حمزہؓ کو جو دیکھا تو غصہ میں کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی تمہیں شرم نہیں آتی بڑے سپاہی بنے پھرتے ہو۔ کمان ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے اور شکار کر کے فخر سے گھر میں داخل ہوئے ہو۔ تم کو پتا نہیں کہ آج تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیا ہوا؟ حضرت حمزہؓ نے پوچھا کیا ہوا؟ لونڈی نے سارا واقعہ سنا دیا اور واقعہ سنانے کے بعد جوش میں آ کر کہنے لگی خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے کچھ بھی تو نہیں کہا۔ مگر ابوجہل اسے گالیاں دیتا چلا گیا۔ یہ ایک مختصر سی گفتگو تھی لیکن وہی حمزہؓ جو سالہا سال سے آپ کی تبلیغ سے متأثر نہیں ہوئے تھے اِس چھوٹی سی بات سے اتنے متأثر ہو گئے کہ ان کے آگے سارا نقشہ پھر گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق یا مکہ والوں کی مخالفت کے متعلق پتھر پر بیٹھے ہوئے تنہائی میں غور کر رہے ہیں۔ ابوجہل آیا ہے اور اس نے بغیر پوچھے آپ کو گالیاں دینی شروع کر دی ہیں اور جب آپ نے جواب نہیں دیا تو اس نے مارنا شروع کر دیا۔ اور پھر وہ سادہ سا فقرہ جو لونڈی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے متعلق کہا ان کے سامنے آ گیا کہ خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے کچھ بھی تو نہیں کہا۔ حضرت حمزہؓ کی آنکھوں پر سے تکبر اور غرور کا پردہ اُٹھ گیا۔ کفر کا پردہ چاک ہوگیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر جن پر اثر نہیں ہوا تھا۔ اس دن کے واقعہ سے جس کی خبر اُن کی ایک اَن پڑھ لونڈی نے انہیں دی تھی اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے شکار وہیں پھینکا اور وہی تیر کمان ہاتھ میں پکڑے ہوئے خانہ کعبہ میں آئے۔ وہاں دربار لگا ہوا تھا اور ابوجہل دوسرے سردارانِ مکہ میں بیٹھا شاید صبح کا واقعہ ہی سنا رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور رؤساءِ مکہ میں سے تھے اس لیے دوسرے رؤساء نے جو ابوجہل کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ کے لیے رستہ بنایا اور کہا آؤ حمزہ! تم بھی آؤ اور یہاں بیٹھو۔ حضرت حمزہؓ نے اُن کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ سیدھے ابوجہل کی طرف گئے اور کمان جو ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی اُس کے سر پر مار کر کہا میں نے سنا ہے تم نے آج ایسی شرارت کی ہے۔ تم بڑے بہادر بنے پھرتے ہو مگر تمہاری بہادری یہی ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مارتے ہو۔ اس لیے کہ وہ خاموش رہتا ہے۔ میں نے سارے مکہ کے سامنے تجھے مارا ہے اگر تم میں طاقت ہو تو آؤ! مجھ سے مقابلہ کر لو اور اس کا بدلہ لو۔ حضرت حمزہؓ بیشک رؤساءِ مکہ میں سے تھے مگر ابوجہل تو اُس وقت کفار کا سردار تھا اس لیے سارے رؤساء کھڑے ہو گئے اور

حضرت حمزہؓ پر کُود پڑے۔ مگر صبح والا واقعہ صرف حمزہؓ کو ہی متاثر نہیں کر سکا تھا وہ ابوجہل کے دل پر بھی کاری زخم لگا چکا تھا۔ وہ بھی خیال کرتا تھا کہ اُس صبح والے فعل میں معقولیت نہیں پائی جاتی تھی۔ جب رؤساء حضرت حمزہؓ کو مارنے کے لیے اُٹھے تو ابوجہل نے کہا حمزہؓ کو کچھ نہ کہو۔ دراصل مجھ سے ہی صبح غلطی ہوگئی تھی۔6

تو دیکھو صَلٰوتِیْ لِلّٰہِ میں کتنی تاثیر پائی جاتی تھی۔ وہ نماز جس کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بُتوں کے لیے نہیں تھی، وہ نماز جسے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قوم کے لیے نہیں تھی، وہ نماز جسے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جہنم سے ڈر کر بھی نہیں تھی اور نہ ہی جنت کے لالچ کی وجہ سے تھی، وہ نماز جس کا دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ عبادت کرنے والا خدا تعالیٰ کے عشق میں کھڑا ہے اور وہ مطالبہ کر رہا ہے کہ تُو مجھے مل جائے۔ وہ پہاڑوں کو ہِلا دیتی ہے، وہ دریاؤں کو خشک کر دیتی ہے، وہ دلوں پر ایک زلزلہ طاری کر دیتی ہے ایسا زلزلہ جو کوئٹہ اور بہار کے زلزلوں سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔ یہ نماز اپنی ذات میں تبلیغ ہے۔ اِس نماز میں اور اُس نماز میں جو بُتوں کے لیے ہو یا دکھاوے کی غرض سے ہو یا وہ جہنم کے خوف یا انعام کے لالچ کی وجہ سے پڑھی جائے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بیشک وہ نماز جو بتوں کی خاطر نہیں پڑھی جاتی، وہ نماز جو دکھاوے کی خاطر نہیں پڑھی جاتی، وہ نماز جو جہنم کے خوف یا جنت کے لالچ کی وجہ سے پڑھی جاتی ہے وہ بھی نماز ہے لیکن وہ لِلّٰہِ نہیں۔ لِلّٰہِ اور خالی نماز میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

غرض قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ...... لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری نماز میں اور دوسرے لوگوں کی نماز میں فرق ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنی قوم کے لیے نماز پڑھتے ہیں، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے تو خدا تعالیٰ کے لیے ہیں لیکن دوزخ سے ڈر کے مارے پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو انعامات کے لالچ کی وجہ سے نماز پڑھتے ہیں۔ بیشک یہ مقامات بھی مومن کے ہیں لیکن یہ مومن اعلیٰ درجہ کا نہیں کہلا سکتا۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر نماز پڑھتا ہوں۔ بیشک وہ مجھے دوزخ میں ڈال دے میں نماز پڑھتا چلا جاؤں گا، بیشک وہ یہ کہہ دے کہ جنت کوئی چیز نہیں میں نماز پڑھتا چلا جاؤں گا۔ میری نماز تو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بُتوں کے لیے نہیں، قوم کی خاطر نہیں اور نہ شیطان کے لیے ہے۔ یہ وہ قیدیں ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کے ساتھ لگائی ہیں اور فرمایا میری نماز ایسی ہے۔ اور دوسری طرف قرآن کریم میں یہ آتا

ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ 7 یعنی اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے نقشِ قدم پر چلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کی نماز بھی ایسی ہی ہوتی ہے اور وہی سچا مومن کہلا سکتا ہے جس کی نماز محمدی نماز ہو۔ ہم نوح علیہ السلام کی شریعت کے متبع نہیں ہیں، ہم موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کے متبع نہیں ہیں اور بیشک ہم انہیں بھی نبی سمجھتے ہیں لیکن ہمیں ان کی نماز سے غرض نہیں ہماری نماز وہی ہونی چاہیے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیا تھی؟ اس کے متعلق آپؐ خود نہیں فرماتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تُو لوگوں سے کہہ دے کہ میری نماز صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے جو رب العٰلمین ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے اس بات کی توثیق کر دی ہے کہ آپ کی نماز واقع میں اُسی کے لیے ہے۔ پڑھنے والے کا یہاں ذکر نہیں کہ اُس کی کیا نیت ہے۔ جس کی خاطر پڑھی جاتی ہے وہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے مجھے پتا ہے کہ یہ نماز میرے لیے ہی ہے۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبادت کے ساتھ اتنی قیدیں لگا دی ہیں کہ اسے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ کتنا کنٹرول کرنا پڑتا ہے اپنے نفس پر کہ کوئی ایسی بات دل میں نہ آئے جس سے ظاہر ہو کہ اُسے قوم یا کسی اَور شخص سے خوف ہے یا دوزخ کا ڈر اور جنت کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جہاں ما سِوَی اللہ کے لیے نہیں تھی وہاں وہ جہنم کے خوف یا جنت کے انعامات حاصل کرنے کی غرض سے بھی نہیں تھی۔ وہ صرف وصالِ الٰہی کی خاطر تھی۔ اور وصالِ الٰہی کے یہ معنے ہیں کہ انسان ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اس کے سامنے صرف اس کی ذات ہی ذات رہ جائے۔ یہ وہ نماز ہے جس کا اسلام نے تقاضا کیا ہے۔ دوسری کسی امت نے اس کا تقاضا نہیں کیا۔ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوٰی کیا ہے کہ میری نماز اللہ کے حصول کی خاطر ہے دیکھ لو! یہ آیت لفظ قُلْ سے شروع ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ خود کہتا ہے ہم تجھے حکم دیتے ہیں کہ تُو ایسا کہہ دے۔ گویا اُس نے آپ کے دعوٰی کی تصدیق کر دی ہے۔

یہ وہ صلوٰۃ ہے جس کا حقیقتاً اسلام ہر مسلمان سے تقاضا کرتا ہے۔ نچلے درجے بھی مومن کے ہی ہیں لیکن وہ محمدی مقام کے ہمرنگ نہیں کہلا سکتے۔ اگر جہنم کے خوف یا انعام کے لالچ سے نماز پڑھی جائے تو وہ مقبول ضرور ہو جائے گی، اس کا پڑھنے والا مومن بھی کہلائے گا لیکن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں صرف خدا ہی خدا سامنے ہوتا ہے اور صرف اُسی کی خاطر عبادت کی جاتی ہے"۔ (الفضل 23 دسمبر 1959ء)

---

1 : الانعام: 163

2 : **جلب**: حاصل کرنا۔ اخذ کرنا (اردو لغت تاریخی اصول پر جلد 6 صفحہ 709۔ اردو ترقی بورڈ کراچی 1984ء)

3 : بخاری **کتاب الاذان باب فضل صلٰوة العشاء فی الجماعة**

4: سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 315، 316 مطبوعہ مصر 1936ء

5 : سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 284، 285 مطبوعہ مصر 1936ء

6 : سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 311، 312 مطبوعہ مصر 1936ء

7 : آل عمران: 32